اکبرالہ آبادی کی شاعرانہ عظمت

اردو شاعری میں طنز اور قہقہوں کی پر کیف محفل سجانے والے اکبر پہلے شاعر ہیں جنھوں نے اپنے عہد میں سماج، سیاست اور تہذیب وتمدن کی ابتر صورت کا مذاق اڑایا ہے اور اپنے کلام کے ذریعے روتوں کو ہنسایا ہے۔ مردہ دلوں میں زندگی کی لہر دوڑائی ہے اور مغموم دلوں میں ہنسی کے پھول اور تبسم کی کلیاں چٹکائی ہیں۔

اکبرالہ آبادی کی اس قہقہہ اور طنز کے تیر ونشتر پر مبنی شاعری کا جائزہ پیش کرنے سے پہلے ان کے عہد کا مطالعہ ازحد ضروری ہے۔ اکبر کا عہد مغربی تہذیب اور مشرقی تہذیب کے تصادم کا زمانہ ہے۔ مغربی تہذیب کے یلغار سے مشرقی تہذیب (ہندوستان اور خصوصاً اسلامی تہذیب کی قدروں) کا چراغ ماند پڑنے لگا تھا۔ ایسے حالات میں اہل ہند دو حصوں میں بٹ گئے تھے۔ ایک گروہ کا خیال تھا کہ انگریزوں نے ہندوستان پر اپنا تسلط مستحکم کرلیا ہے اس لیے اب ان کو یہاں سے نکالنا مشکل ہے۔ لہذا ہندستانیوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ اب وہ انگریزوں سے خوش گوار تعلقات پیدا کریں اور ان کے اتحاد واتفاق سے نئی زندگی جینے کا جتن کریں۔ ایسے حضرات میں سرسید احمد خاں اور محسن الملک وغیرہ خصوصیت کے ساتھ پیش پیش تھے۔ مگر اس کے برعکس اس دور میں ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو انگریزوں کی شدید مخالفت کررہا تھا۔ انھیں یہ خوف تھا کہ کہیں عیسائیت ہندوستان پر قابض نہ ہوجائے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ اسلامی تہذیب تباہ ہورہی ہے اور مغربی تہذیب ہندوستان پر حاوی ہورہی ہے۔ مولوی (ڈپٹی) نذیر احمد اور اکبرالہ آبادی ایسے ہی لوگوں میں تھے۔

اکبر کی شاعری کے موضوعات متنوع اور رنگا رنگ ہیں۔ انھوں نے عشق،

مذہب، تصوف، سیاست، سماج، فلسفۂ حیات وممات اور کائنات کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ وہ جس میدان میں بھی گئے ہیں، قہقہہ اور طنز سے ذاتی طور پر عوام کو بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔ مذہبی فکر، عاقبت کی فکر اور موجودہ دور میں انسانی بے راہ روی اور نامۂ اعمال کو مدنظر رکھ کر جو انھوں نے شاعری کی ہے روح کو جھنجھوڑ دیتی ہے۔

جب میں کہتا ہوں کہ یا اللہ میرا حال دیکھ
حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامۂ اعمال دیکھ

اکبر کی شاعری کی امتیازی خصوصیات کا اہم پہلو ان کی اخلاقی شاعری ہے۔ انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے انسان کے اخلاق کو سنوارنے کی کوشش کی اور برائیوں کو دور کرنے کی تلقین کی ہے۔ آخری دور کی غزلوں میں جذبات کی تاثر آمیز جھلکیاں کچھ زیادہ ہی نظر آتی ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

دنیا میں ہوں دنیا کا طلب گار نہیں ہوں
بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

اس خانۂ ہستی سے گزر جاؤں گا بے لوث
سایہ ہوں فقط نقش بدیوار نہیں ہوں

وہ گل ہوں خزاں نے جسے برباد کیا ہے
الجھوں کسی دامن سے میں وہ خار نہیں ہوں

اکبرالہ آبادی نے اپنے عہد کی سیاست، سماج، معاشرت، انگریزی تعلیم، انگریزی تہذیب ہر ایک پر تنقیدیں کی ہیں اور ظرافت کے پردے میں تمام حالات کی پرزور مخالفت کی ہے اور ان کا مذاق بھی اڑایا ہے۔ ان کا ایک قطعہ 'جلوۂ دربار دہلی' بہت مشہور ہے۔ ۱۹۰۳ء میں جب لارڈ کرزن ہندوستان کا وائسرائے تھا اس وقت دلی میں ایک شاندار دربار منعقد کیا گیا تھا۔ اس سال جارج ایڈورڈ ہفتم کی تاج پوشی ہوئی تھی۔ اسی

خوشی کے سلسلے میں دلی میں دربار سجایا گیا تھا۔ لارڈ کرزن خود نفاست پسند تھا اس لیے اس نے بہت عظیم الشان انتظام کیا تھا۔ اس موقع کے چند قطعے درج ذیل ہیں

سر میں شوق کا سودا دیکھا　　دہلی کو ہم نے بھی جا دیکھا
جو کچھ دیکھا، اچھا دیکھا　　کیا بتلائیں کیا کیا دیکھا
پلٹن اور رسالے دیکھے　　گورے دیکھے، کالے دیکھے
سنگین اور بھالے دیکھے　　بینڈ بجانے والے دیکھے
اوج برٹش راج کا دیکھا　　پَرتو تخت و تاج کا دیکھا
رنگ زمانہ آج کا دیکھا　　رخ کرزن مہراج کا دیکھا

بہرحال اس موقع کے سارے قطعات بے حد دلچسپ ہیں۔ انگریزی حکومت اور معاشرت پر ہلکی ہلکی ضرب اور چوٹیں موجود ہیں مگر اس دربار میں اکبر بذات خود شامل نہیں تھے۔ ان کو جو حالات دوسرے لوگوں سے معلوم ہوئے، اسی کو انھوں نے نظم کردیا۔ جیسا کہ خود ان کے آخری بند سے ظاہر ہوتا ہے۔

کی ہے یہ بندش طبع رسا نے　　کوئی مانے خواہ نہ مانے
سنتے ہیں ہم تو یہ فسانے　　جس نے دیکھا ہو وہ جانے

اکبر کے اسلوب کی اہم اور نمایاں خصوصیت ان کی ظرافت ہے۔ وہ اردو شاعری میں ظرافت کی وجہ سے مشہور ہوئے۔ یہ حقیقت ہے کہ اس فن میں ان کے مقابل کا کوئی دوسرا شاعر نہیں ہوا ہے۔ اکبر اردو شاعری میں پہلے ظرافت نگار ہیں اور آخری بھی، کیوں کہ ان کے بعد ان کے ٹکر کا کوئی دوسرا ظرافت نگار شاعر نہیں ہوسکا۔ اکبر نے اپنی ظرافت کو دو طرح سے پیش کیا ہے۔ اور اس کے دو اسباب بھی ہیں۔ پہلا یہ کہ ان کا دور اصلاحی تھا، ایک طرف سرسید مسلمانوں کی اصلاح میں مصروف تھے دوسری طرف اکبر بھی اصلاح کی طرف مائل تھے۔ لیکن دونوں کے راستے مختلف تھے۔ سرسید انگریزوں کی موافقت میں تھے۔ وہ قوم کی اصلاح انگریزوں کے ساتھ مل کر کرنا چاہتے تھے لیکن اکبر

انگریزوں کے مخالف تھے اور عوام کو انگریزی اثرات سے بچانا چاہتے تھے۔ اکبر کو معلوم تھا کہ اگر مسلمانوں کی واعظانہ رنگ میں اصلاح کی جائے گی وہ مفید ثابت نہیں ہوگی۔ اس لئے انھوں نے ظرافت کا حربہ استعمال کیا۔ دوسرا سبب ان کی ظرافت کا یہ ہے کہ وہ برٹش سرکار کے ملازم تھے۔ اس لئے کھل کر کوئی بات نہیں کہہ سکتے تھے۔ اسی بنا پر انھوں نے اپنے خیالات کے اظہار کے لئے ظرافت کا سہارا لیا تاکہ انگریزی حکومت ان کی باتوں کو سنجیدہ نظروں سے نہ دیکھے اور بات ہنسی میں ٹل جائے۔

سرد موسم تھا ہوائیں چل رہی تھیں برف بار
شاہد معنی نے اوڑھا تھا ظرافت کا لحاف

اس شعر میں 'سرد موسم' سے مراد سیاسی فضا ہے اور برف بار ہوا کا مفہوم قانونی گرفت ہے۔ غرضیکہ اکبر نے اپنے خیالات کے اظہار کے لئے ظرافت کا سہارا لیا اور اس طرح اپنے مقصد کی تکمیل کی۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

شیخ جی کے دونوں بیٹے باہنر پیدا ہوئے
ایک ہیں خفیہ پولس میں ایک پھانسی پاگئے

حکم انگلش کا، ملک ہندو کا
اللہ حافظ ہے بھائی صلو کا

رنج لیڈر کو بہت ہے مگر آرام کے ساتھ
قوم کے غم میں ڈنر کھاتے ہیں حکام کے ساتھ

ظرافت کے علاوہ اکبر کی شاعری کی ایک اہم خصوصیت طنز بھی ہے۔ اکبر کی شاعری کا طنز نشتر سے زیادہ تیز اور تجنجر سے زیادہ قاتل ہوتا ہے۔ انھوں نے طنز کا استعمال انگریزوں کی پالیسی کے خلاف کیا ہے۔ اس کے علاوہ سماج کی اصلاح کے لئے بھی انھوں نے طنز کے تیر چلائے ہیں۔ اکبر نے حیات کے مختلف شعبوں پر طنز کیا ہے۔ اس طنز میں ان کا خلوص شامل ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان کے تجربات آگے چل کر صحیح

ثابت نہیں ہوئے بلکہ سرسید کے ہی تجربات کو مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس کے باوجود ہم کہہ سکتے ہیں کہ اکبر کی نگاہ صرف اسلام پر تھی اور وہ ہر حال میں مذہب کی حفاظت کرنا چاہتے تھے۔ وہ مشرقی تہذیب و تمدن کی حفاظت چاہتے تھے اس لئے انھوں نے ہر شعبۂ حیات پر طنز کیا ہے۔

پردے کا مخالف جو سنا بول اٹھیں بیگم
اللہ کی مار اس پہ علی گڑھ کے حوالے

ہم ایسی کل کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کے بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

شوق لیلائے سول سروس نے مجھ مجنوں کو
اتنا دوڑایا لنگوٹی کردیا پتلون کو

قوم کے غم میں ڈنر کھاتے ہیں حکام کے ساتھ
رنج لیڈر کو بہت ہے مگر آرام کے ساتھ

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

غرضیکہ اکبرالہ آبادی اردو کے اولین ظرافت اور طنز نگار شاعر ہیں۔ جس دور سے تعلق رکھتے ہیں اس دور کی صحیح تصویر ہم کو ان کے کلام میں نظر آتی ہیں۔ تجزیتاً یہ بات بھی پورے وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ جب جب اردو ادب میں طنز و مزاح اور ظرافت کی شعری تاریخ مرتب کی جائے گی اکبرالہ آبادی کے نام کی شمولیت کے بغیر نامکمل کہلائے گی۔